نبی کریم ﷺ کی خانگی و معاشرتی زندگی کے اہم پہلو

The Family and Social Life of the Prophet (SAW) Some Important Aspects

پروفیسر ڈاکٹر ظفرالاسلام اصلاحی *

ABSTRACT:

The Holy Quran Says:"Indeed in (the life of) the Messenger of Allah (Muhammad SAW) you have a good example to follow" (Al-Ahzab: 33/21). The present article shows that "the good example" of the Prophet (SAW) encompasses different aspects of human life including family and social one. The article brings to light that as a guardian of the household; the Prophet (SAW) sincerely looked after the daily needs of his family members and also took full care of guiding them in religious matters. He was habitual of doing his own works and sharing the burden of his family in domestic works. He gave preference to the needy among the companions (particularly Ashab-i- Suffah) over his family members in giving assistance for meeting the day-today requirements.

With regard to the social life of the Prophet (SAW), the article discusses in detail that with multifarious duties, how he used to fulfill his social responsibilities regularly and faithfully. The author mainly emphasizes the active participation of the Prophet (SAW) in the collective works with his companions, strictly adhering to the principle of equality and desiring no distinction for himself while doing works. The article further takes into account the ideal practices of the Prophet (SAW) with regard to attending to the needs of poor, distressed and grieved persons without any discrimination between Muslims and non-Muslims. It also comes to light that the Prophet (SAW) was quite generous towards guests and sympathetic to patients including Muslims and non-Muslims. His mingling and associating with common people and attending to their problems of varied nature was also a striking feature of his social life. Moreover, it was also shown in the article with reference to the authentic sources, that the Prophet (SAW) was great helpful and cooperative particularly for the people of the weaker sections of society including slaves, servants, orphans, widows and disabled persons. In the light of the noble practices of the Prophet (SAW), this was highlighted by the contributor in the different parts of the article that he had

---

* Ex-Chairman Department of Islamic Studies, Aligarh Muslim University, India

left ideal examples of gentleness, justice, equality and transparency in dealing with people in social life and discharging his duties as the Prophet and head of the state. In fact, the total conformity (mutabaqat) between his sayings and practices was a shining example of his high character which had left a great and lasting impact on the society through ages and also contributed to make him the greatest personality of the world.

It was observed by the author in the conclusion that the life of the Prophet (SAW) has been ideal from every aspect of human life. His ***Uswah-i- Mubarakah*** *regarding social life has great importance from the point of view that it is mostly related to the fulfillment of human rights, particularly behaving and dealing with the people different shades. Of course, taking care and fulfillment of human rights is full of difficult trials and complicated problems especially in the present days. So, the Sirah of the Prophet (SAW) is quite relevant to tackle the problems of social life, as well as great useful for bringing reform in the decaying society of modern period.*

Keywords: *Social Life, justice, equality, Sirah of the Prophet,*

خانگی و سماجی زندگی میں اپنی ذمہ داریوں کو انجام دیتے ہوئے آپ ﷺ نے جو اسوہ چھوڑا ہے وہ اکمل و احسن ہے۔ حضور اکرم محمد ﷺ کی رسول، داعیِ دین، مفسر قرآن، معلم، قاضی، سپہ سالار، حکمراں اور سربراہِ خاندان کی حیثیت سے جو مختلف النوع اور کثیر ذمہ داریاں تھیں ان سے ہم سب واقف ہیں۔ ان سب کے باوجود آپ ﷺ کا روزانہ کا معمول یہ تھا کہ ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے گھر پر تشریف لے جاتے اور ان کی ضروریات معلوم کرتے۔ بعد مغرب سب سے مختصر ملاقات فرماتے اور شب باری باری مساویانہ طور پر ہر ایک کے گھر میں گذارتے [1]۔ سب کے کھانے، پینے، رہائش اور نان و نفقہ میں عدل و انصاف سے کام لیتے۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ اپنی ازواج کے لیے سال بھر کے نفقہ کا اہتمام فرماتے تھے ا الف۔ کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے اگر وقت پر کوئی کام نہ ہوتا تو ناراض نہ ہوتے بلکہ نرمی کا برتاؤ کرتے۔ ایک بار ایک صحابیؓ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ ﷺ گھر میں ہوتے تو کیا کرتے تھے جواب میں انہوں نے فرمایا:

کان یکون فی مہنۃ اهله۔ فاذا حضرت الصلوٰۃ قام الی الصلوٰۃ

ترجمہ: وہ اپنے گھر کے کام میں لگے رہتے اور جب نماز کا وقت آ جاتا تو نماز کے لئے چلے جاتے [2]۔

گویا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں دونوں کے حقوق کا خیال رکھتے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں حضرت عائشہؓ نے کہا کہ جب آپ ﷺ گھر میں ہوتے تو نہایت نرم خو، عفو و در گذر کرنے والے، گھر کے کاموں میں کاتھ بٹاتے اور بدزبانی سے پرہیز کرتے اور کبھی کسی سے انتقام نہ لیتے [3]۔ مزید براں بعض حدیث میں یہ وضاحت بھی

ملتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال خود کرتے، بکری کا دودھ دوہتے، اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے، اپنے جوتے کی مرمت کرتے، ڈول میں ٹانکے لگاتے، خود ہی بازار سے وداسلف لاتے اور اگر کوئی خادم ہوتا تو گھر کے کام کاج میں اس کی مدد کرتے۔[4]

یہاں یہ واضح رہے کہ قرآن کریم میں انفاق یا مال خرچ کرنے کی جو ترتیب بیان کی گئی ہے اس میں سب سے پہلے والدین اور رشتہ داروں کا ذکر ہے[5]۔ یعنی کسی صاحبِ مال کے میں سب سے پہلے حق دار وہی ہیں اور روز مرہ زندگی میں ان کی ضروریات کو مقدم رکھا جائے گا۔ ایک حدیث سے بھی اپنے اہل و عیال پر مال خرچ کرنے کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک دینار جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کیا جائے، ایک دینار کسی غلام کو آزاد کرنے میں، ایک دینار کسی مسکین کو دیا جائے اور ایک دینار اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا جائے۔ ان میں اجر و ثواب کے لحاظ سے سب سے افضل دینار وہ ہے جو اہل و عیال کے نان و نفقہ پر خرچ کیا جائے [اعظمہا اللذی انفقتہ علیٰ اہلك] [6]۔ ایک دوسری حدیث میں صاف صاف یہ ہدایت دی گئی ہے کہ مال خرچ کرنے کی ابتداء ان لوگوں سے کی جائے جو کسی کے زیرِ کفالت رہتے ہیں[7]۔ لیکن جب ایثار و قربانی کا موقع ہوتا تو نبی کریم ﷺ گھر والوں کے مقابلہ میں دوسرے ضرورت مندوں کو ترجیح دیتے۔ یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ ایک صحابی نے نکاح کیا، ولیمہ کے لیے گھر میں کچھ نہ تھا۔ اسی ضرورت سے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ: عائشہ کے پاس جاؤ اور آٹے ٹوکری مانگ لاؤ۔ وہ گئے اور اسے لے آئے جبکہ صورتِ حال یہ تھی کہ کاشانۂ نبوی ﷺ میں اس کے علاوہ شام کے کھانے کے لیے کچھ نہ تھا[8]۔ اس سے زیادہ نصیحت آموز واقعہ یہ ہے: یہ بات بخوبی معروف ہے کہ حضرت فاطمہؓ نبی کریم ﷺ کی چہیتی بیٹی تھیں۔ آپ ﷺ ان سے بے حد محبت فرماتے تھے، حتیٰ کہ جب آپ ﷺ سفر کے لیے روانہ ہونے سے قبل سب سے آخر میں حضرت فاطمہؓ سے ملتے اور واپسی پر مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد سب سے پہلے ان کے گھر تشریف لے جاتے اور ملاقات کرتے[9]۔ ایک دوسری روایت کے مطابق جب حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں، تو آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے، ان کی پیشانی چومتے اور اپنی جگہ انھیں بٹھاتے[10]۔ انہی صاحبزادیؓ کا واقعہ "اوراقِ سیرت" کے مصنفِ گرامی مولانا سید جلال الدین عمری کے الفاظ میں مسند احمد ابن حنبل کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں: حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ گھر کے لیے پانی بھرتے بھرتے سینہ میں درد ہو جاتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ چکی چلانے سے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ اس وقت قیدی آئے ہیں، خدمت کے لیے ان میں سے ایک غلام عنایت فرمایا جائے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: واللہ لا اعطیکما و احرم اہل الصفّہ تطوی بطونہم، لا اجد ما انفق علیہم ولکنّی ابیعہم ا نفق علیہم اثمانہم (قسم خدا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تمھیں خادم فراہم کر دوں اور اصحابِ صفّہ کو جن کے پیٹ فاقے سے پچکے پڑے ہیں، محروم کر دوں۔ میں غلاموں کو فروخت کر کے ان کی قیمت اصحاب صفّہ پر خرچ کروں گا)۔ پھر آپ ان کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں سوتے وقت تسبیح (33 بار

سبحان اللہ، 33 بار الحمد للہ اور 34 بار اللہ اکبر) پڑھنے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ یہ تسبیح تمہارے لیے غلام سے بہتر ہے۔ فرماں بردار صاحب زادیؓ نے یہ سن کر جو جواب دیا وہ لائقِ توجہ و باعثِ عبرت ہے:

رضیت عن الله وعن رسوله[11]۔

ترجمہ: یعنی میں اللہ اور اس کے رسول محبوب ﷺ سے خوش و راضی ہوں۔

اسی کے ساتھ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے اہل و عیال کے لیے آخرت کی فکر بھی رکھتے تھے۔ آپ ﷺ انھیں دین اور دین کی باتوں سے آگاہ فرماتے اور اخروی زندگی کی تعمیر کی جانب انہیں بار بار متوجہ کرتے۔ یہ سلسلہ آغازِ نبوت سے جاری ہوا تو تاحیات قایم رہا۔ حضرت فاطمہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ان الفاظ میں انہیں انذار کیا: یا فاطمه بنت محمد انقذی نفسكِ من النار، فانّی لا املك لكم من الله شيئاً، غیر انّ لكم رحما سا بلها ببلالها(اے محمد کی بیٹی فاطمہ! تم بھی خود کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ [میں روز قیامت] تمھارے کچھ کام نہیں آسکتا، البتّہ جو رشتہ ہے اس کے حقوق کی اچھی طرح نگہ داشت کروں گا)[12]۔ ظاہر ہے کہ یہ اس آیت کی عملی تعبیر تھی جس میں اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو ہدایت دی ہے:

یآاَیھاَ الذِین آمَنوا قوا اَنفسَکم وَاہلِیکم ناَراً وَقود ہاَ الناس وَالحِجاَرَۃ[13]۔

ترجمہ: اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

روز مرہ زندگی میں آپ ﷺ کا اسوہ ملاحظہ فرمایئے۔ آپ ﷺ کا معمول شریف یہ تھا کہ ہر کام اپنے متعینہ وقت پر انجام دیتے تھے اور معاشرہ کے تمام لوگوں کا خیال رکھتے تھے۔ عدالت کا وقت ہوتا تو مقدمات کا فیصلہ فرماتے، وعظ و نصیحت کا موقع ہوتا تو اس میں مصروف ہو جاتے، نماز کا وقت آتا تو امامت فرماتے، جنگ کا معاملہ آتا تو سپہ سالار بن جاتے۔ عام مسلمانوں سے ملتے تو ان کی خبر گیری کرتے، پڑوسیوں سے مل کر ان کی ضرورتیں معلوم کرتے اور یتیموں و بیواؤں کی حاجت روائی کرتے، بیماروں کی عیادت کو جاتے اور کوئی جنازہ ہوتا تو اس میں شرکت فرماتے۔ حضرت انسؓ جو آپ کے خادمِ خاص تھے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیماروں کی عیادت فرماتے، جنازے کے ساتھ جاتے اور مملوک یا غلام اگر دعوت دیتے تو قبول فرماتے[14]۔ یعنی آپ ﷺ تکلفات سے دور رہتے، لوگوں کے درمیان کوئی فرق و امتیاز پسند نہیں فرماتے، غلام و خادم کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے اور بلا تکلف ان کی دعوت بھی قبول فرماتے۔ آپ ﷺ کی واضح تعلیم یہ تھی کہ ہر شخص کو سلام کیا جائے، خواہ اس سے شناسائی ہو یا نہ ہو۔ سلام کرنے میں پہل کی ترغیب دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنّ اَولیٰ الناسِ باِللہِ مِن بَدَءَ باِلسلامِ''[15](

ترجمہ: اللہ کے قریب تر وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

عام انسانوں کی طرح آپ ﷺ خوشی کے موقع پر خوشی کا اظہار فرماتے اور غم کے موقع پر غمگین ہو جاتے، لیکن اس وقت بھی اللہ کو یاد کرتے۔ آپ ﷺ کے یہاں آخر عمر میں حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے صاحبزادے پیدا ہوئے۔ جب حضرت ابو رافع نے آپ ﷺ کو اس کی خبر دی تو اتنا خوش ہوئے کہ انہیں انعام میں ایک غلام دے دیا۔ اپنے جد امجد کے نام پر ان کا نام ابراہیم رکھا[16]۔ ڈیڑھ دو سال کے اندر ہی ان کی وفات ہو گئی تو بیٹے کی موت کو دیکھ کر آپ ﷺ رونے لگے اور یہ فرمایا:

اِنّ العین تدمع وَالقلب یحزن وَلا نقول اِلّا ما یَرضیٰ رَبّنَاوانّا بِفرَاقِكَ یا اِبراہیم لَمَحزونون[17]

ترجمہ: اے ابراہیم تمہاری موت سے ہم غمگین ہیں، آنکھیں رو رہی ہیں اور دل دکھی ہے مگر ہم کوئی ایسی بات نہ کہیں گے جو اللہ کو ناپسند ہو۔

یعنی اس کیفیت میں بھی آپ ﷺ اللہ کی یاد اور اس کی رضا کی فکر سے غافل نہ رہے۔

حضور اکرم ﷺ سفر میں ہوتے تو اجتماعی کاموں میں سب کے ساتھ شریک ہوتے۔ ایک بار ایک سفر میں کئی صحابہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک روز بکری ذبح کرکے گوشت پکانے کا پروگرام بنا۔ ایک صحابی نے کہا کہ میں اسے ذبح کروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں اس کی کھال اتاروں گا، تیسرے نے پکانے کی پیش کش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں لکڑی جمع کروں گا۔ صحابہ نے کہا کہ اے رسول ﷺ ہم سب کام کرلیں گے یعنی آپ زحمت نہ فرمائیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم سب کام کرلوگے لیکن میں اپنے لئے کسی امتیاز کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ کو یہ پسند نہیں کہ اس کا کوئی بندہ اپنے ساتھیوں کے درمیان امتیاز کے ساتھ رہے[18]۔ یہ ہے انکساری، خاکساری اور ساتھیوں کے ساتھ کاموں میں شریک ہونے کا اعلیٰ نمونہ۔ اسی طرح سماج کے کمزور اور بے سہارا لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ کے بے تکلف بیٹھنے اور ان دلداری کا یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے: حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت کے مطابق وہ ایک دفعہ ایسے کمزور و غریب مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ان کے پاس بدن ڈھانکنے کے لیے پورا کپڑا بھی نہیں تھا۔ ان میں سے ایک قرآن پڑھ رہے تھے۔ اسی دوران نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ انہیں سلام کرنے کے بعد آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے، انہوں نے جواب دیا کہ ایک قاری قرآن سنا رہے ہیں اور ہم سن رہے ہیں۔ آپ ﷺ ان کے بیچوں بیچ مساوات برتتے ہوئے (یعنی بلا کوئی امتیاز) بیٹھ گئے اور اشارہ کیا کہ سب لوگ حلقہ بنالیں، پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے فقہاء مہاجرین تمہارے لیے روز قیامت پورے نور کی بشارت ہے۔ تم لوگ اصحابِ دولت سے نصف دن قبل جنت میں داخل ہوگے اور یہ نصف دن پانچ سو برس کے برابر ہوگا[19]۔ مزید براں حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قافلہ کے ساتھ سفر کرتے تو اس کے پیچھے چلتے، کمزوروں کو اپنی سواری پر بٹھاتے اور ان کے حق میں دعائیں بھی کرتے:

کان یتخلّف فی المسیر، فیجزی الضعیف و یردف و یدعو لھم[20]۔

ترجمہ: سفر کے دوران آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کی دیکھ بھال کرتے چلتے، کمزوروں کو سہارا دیتے۔

اور پھر مزید کرم فرمائی یہ کہ ان کے حق میں دعا بھی کرتے کہ اللہ ان کے حالات کو بہتر بنائے۔اس اسوہ حسنہ سے کتنے جامع انداز میں امیر سفر کی ذمہ داریاں اور سالارِ کارواں کے فرائض واضح ہوتے ہیں اور اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ ان سے مطلوب یہ ہے کہ وہ مخدوم نہ بنیں بلکہ خادم کی حیثیت اختیار کریں اور رفقاء سفر کی ضروریات کا پوری طرح خیال رکھیں۔

رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام کو تعلیم و تربیت دیتے ہوئے اس بات پر خاص زور دیتے تھے کہ وہ دوسروں کے کام آئیں، ان کی مدد کریں اور انہیں آرام پہنچانے کی کوشش کریں۔اس کا بخوبی اندازہ ان روایات سے ہوتا ہے جن میں نیک اعمال کی ترغیب دی گئی ہے۔حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اے رسول اللہ ﷺ ایمان کے ساتھ کوئی نیک عمل بتایئے۔آپ نے فرمایا کہ جو روزی اللہ نے دی ہے اس میں سے دوسروں کو دو۔عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر وہ خود مفلس ہو، فرمایا اپنی زبان سے نیک کام کرے (یعنی اچھی باتیں کہے و بتائے)۔عرض کیا اگر وہ زبان سے معذور ہو، فرمایا کہ کمزور کی مدد کرے۔عرض کیا اگر وہ خود کمزور ہو اور مدد کی قوت نہ رکھتا ہو، فرمایا کہ جس کو کوئی کام کرنا نہ آتا ہو اس کا کام کردے۔عرض کیا اگر وہ خود ہی ناکارہ ہو، فرمایا اپنی ایذا رسانی (یعنی تکلیف دینے) سے دوسروں کو بچائے[21]۔

حضور اقدس ﷺ روزمرہ زندگی میں غلاموں و خادموں (جو سماج کے انتہائی کمزور طبقات میں شمار کئے جاتے ہیں) کے ساتھ اچھے برتاؤ کی خاص تاکید فرماتے تھے۔ان کے آقاؤں یا مالکوں کے لئے آپ ﷺ واضح ہدایت یہ تھی:

هم اخوانكم جعلهم الله تحت ايديكم فمن جعل الله اخاه تحت يده فليطعمه ممّا يا كل ويلبسه ممّا يلبس ولا يكلفه من العمل ما يغلبه فان كلّفه ما يغلبه فليعينه عليه[22]

ترجمہ: وہ تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ نے تمہارے ماتحت کیا ہے۔پس جسے اللہ نے اس کا بھائی بنا کر اس کے ماتحت کیا ہے اسے چاہیے کہ جو خود کھائے وہی انہیں بھی کھلائے، جیسا کپڑا خود پہنے ویسا ہی انہیں بھی پہنائے۔ان کو اتنا کام نہ دے جو ان پر بھاری ہو جائے۔اور اگر بھاری کام دے تو اس میں خود بھی شریک ہو کر ان کی مدد کرے۔

آپ ﷺ خود غلاموں اور خادموں کے ساتھ بڑی شفقت و نرمی سے پیش آتے تھے۔وہ اگر دعوت دیتے تو ان کی دعوت کو قبول کرتے اور ان کی دلجوئی فرماتے[23]۔حضرت عائشہؓ کی روایت کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ عورت کو، نہ خادم کو، نہ کسی اور کو، سوائے اس صورت کے کہ آپ راہِ خدا میں جہاد کر رہے ہوتے[24]۔یہاں یہ ذکر اہمیت سے خالی نہ ہو گا کہ ایک دفعہ ایک صحابی (حضرت ابو مسعودؓ) اپنے غلام کو مار رہے تھے کہ پیچھے سے انہوں نے یہ آواز سنی کہ جان لو، جان لو۔انہوں نے مڑ کر دیکھا تو آنحضرت ﷺ یہ فرما رہے تھے کہ اے ابو مسعود جتنا قابو تم کو اس غلام پر ہے اس سے زیادہ اللہ کو تم پر ہے۔صحابیؓ بیان فرماتے

ہیں کہ اس نصیحت کا مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ میں نے پھر کسی غلام کو نہیں مارا(الله اقدر علیك منك علیه۔ قال ابو مسعود فما ضربت مملو کاً لی بعد) [25]۔

معاشرتی زندگی سے متعلق نبی کریم ﷺ کی یہ روشن تعلیمات بھی بڑی اہمیت رکھتی ہیں کہ اپنے و غیر کی تفریق کے بغیر ہر محتاج و ضرورت مند کی مدد کی جائے اور ہر شخص کو سلام کیا جائے، خواہ اس سے شناسائی ہو یا نہ ہو [26]۔ اسی طریقہ سے آپ ﷺ نے مسلم و غیر مسلم کی تفریق کے بغیر ہر مہمان کی خاطر داری اور اس کے ساتھ بہترین سلوک کی تلقین کی اور اس پر خود بھی عمل کر کے دکھایا۔ ایک بار عیسائیوں کا ایک وفد نجران مدینہ سے آیا۔ آپ ﷺ نے انہیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور خود ان کی میز بانی فرمائی، حتیٰ کہ انہیں اپنے طریقہ پر عبادت کی اجازت بھی مرحمت فرمائی [27]۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ کا بیان ہے کہ وہ اسلام لانے سے قبل ایک دفعہ مدینہ آئے اور حضور اکرم ﷺ کے مہمان رہے۔ گھر میں رات کے کھانے میں صرف بکری کا دودھ تھا۔ آپ ﷺ نے اسے مہمان کو دے دیا اور گھر کے لوگوں نے فاقہ میں رات بسر کی [28]۔ یہاں یہ ذکر بھی بر محل معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ذرؓ نے اسلام لانے کے بعد آپ ﷺ کے اس اسوۂ مبارکہ (مہمان کی خاطر تواضع میں ایثار و قربانی) کی پیروی کا خود عمل ثبوت پیش کیا۔ مستند مآخذ میں ان کے بارے میں یہ بیان ملتا ہے کہ وہ روزانہ بکری کا دودھ دوہ کر پہلے پڑوسیوں اور مہمانوں کو پلاتے تھے۔ ایک دفعہ دودھ اور کھجوریں لے کر پڑوسیوں اور مہمانوں کے سامنے پیش کر کے معذرت کرنے لگے کہ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے، اگر ہوتا تو پیش کرتا۔ چنانچہ جو کچھ تھا دوسروں کو کھلا دیا اور خود بھوکے سو رہے [29]۔ مزید براں ایک بار حکمرانِ حبشہ کے سفیر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ خود ان کی خاطر مدارات میں مصروف ہو گئے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم اس خدمت کے لئے حاضر ہیں، آپ زحمت نہ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ جب مسلمان حبشہ ہجرت کر کے گئے تھے تو ان لوگوں نے ان کی خدمت کی تھی اب یہ میرا فرض ہے کہ میں بھی ان کی خدمت کروں [30]۔ بیماروں کی عیادت کے باب میں بھی آپ ﷺ کا طرز عمل یہی تھا کہ مسلم و غیر مسلم میں کوئی تفریق نہیں کرتے تھے [31]۔

نبی کریم ﷺ اس بات کو سخت ناپسند فرماتے تھے لوگ عام بات چیت یا خطاب میں کسی کو برے لقب سے یاد کریں یا اسے ایسے نام اسے پکاریں جس سے اس کی تحقیر ظاہر ہو۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک روز ایک مسلمان بھائی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا رنگ کالا تھا، کسی ضرورت سے ان کو خطاب کیا تو زبان سے نکل گیا: یا ابن السوداء (اے کالے رنگ والے)۔ آپ ﷺ نے سنا تو سخت ناپسند فرمایا اور کہا کہ:

لیس لابن البیضاء علیٰ ابن السوداء فضل [32]

ترجمہ: کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں۔

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ دوسروں کی عزتِ نفس کا خیال رکھنے پر کتنا زور دیتے تھے۔ اسی ضمن میں یہ واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کے سامنے حضرت صفیہؓ کا ذکر کرتے ہوئے ان کے پستہ قد ہونے کی جانب کچھ اشارہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

لقد قلتِ کلمۃً لو مزج بھا البحر لمزجتہ [33]

ترجمہ: تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر میں گھول دیا جائے تو اسے بھی متاثر کر کے رہے ۔

یہاں یہ ذکر بھی بے موقع نہ ہو گا کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کے ساتھ اپنی مجلسوں میں بعض اوقات پر لطف باتیں کرتے اور خوش طبعی و خوش مذاقی کا مظاہرہ بھی فرماتے۔ اس کے متعدد واقعات سیرتِ نبوی ﷺ میں ملتے ہیں۔ یہاں صرف ایک واقعہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے سواری کے لئے ایک اونٹ طلب کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں اونٹ کا بچہ دوں گا۔ انھوں نے عرض کیا: حضور ﷺ میں اونٹ کے بچے کو لے کر کیا کروں گا؟ مجھے تو سواری کی ضرورت ہے، مجھے اونٹ دلوایئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نہیں! میں تجھے اونٹ کا بچہ ہی دیا جائے گا۔ وہ بہت پریشان ہوئے تو لوگ ہنسنے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا: نادان! آخر اونٹ بھی تو اونٹ کا بچہ ہی ہو گا[34] ۔

معاشرتی زندگی سے متعلق حضور اقدس ﷺ کی سیرت کا یہ بھی نہایت اہم پہلو ہے کہ آپ غریبوں، ضرورت مندوں اور پریشاں حالوں کی حاجت روائی اور ان کی تسلی و تسکین کا سامان کرنے پر خاص توجہ دیتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کی تاکید فرماتے تھے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ: ما سئل النبی ﷺ عن شیئی قطّ فقال: لا (کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی سائل نے آپ کے سامنے کوئی ضرورت رکھی ہو اور آپ ﷺ نے اس کا جواب "نہیں" سے دیا ہو)[35]۔ اہم بات یہ کہ موقع و محل کے اعتبار سے حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لئے مختلف طریقے اختیار کرتے تھے۔ کبھی کسی ضرورت مند کو جو کچھ گھر میں ہوا پیش کر دیا، گھر میں کچھ نہ ہونے پر صحابہ کو دعوت دیتے کہ ان میں سے کوئی سائل کی ضرورت پوری کرے۔ کبھی کسی پریشاں حال کی غمخواری و تسلی کے لئے خود اپنی حالت بیان فرماتے اور کبھی کسی حاجت مند کو دعاء سکھاتے کہ اس کے توسط سے اللہ تعالیٰ سے رجوع کریں تو ان کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ایک بار ایک صحابیہ نے اپنے ہاتھ سے چادر بن آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ ﷺ نے اسے قبول کر لیا۔ اس وقت آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ اسی دوران ایک صحابیؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ مجھے عنایت کر دیجیے۔ آپ نے اسی وقت اتار کر انہیں دے دیا[36]۔ اسی طرح یہ واقعہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے کہ ایک صحابی کے یہاں شادی کے بعد ولیمہ کے لئے گھر میں کچھ نہ تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے اپنی ضرورت پیش کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ کے پاس جاؤ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ۔ وہ گئے اور اسے لے آئے، جب کہ صورت حال یہ تھی کہ اس روز گھر میں اس کے سوا شام کے کھانے کے

لئے کچھ نہ تھا[37]۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کا بیان ہے کہ وہ اسلام لانے سے قبل ایک دفعہ مدینہ آئے اور حضور اکرم ﷺ کے مہمان رہے۔ گھر میں رات کے کھانے میں صرف بکری کا دودھ تھا، آپ ﷺ نے اسے مہمان کو پیش کر دیا اور گھر کے لوگوں نے فاقہ میں رات بسر کی۔ [38]اسی طرح ایک بار ایک بھوکا شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی ضرورت ظاہر کی، گھر میں پانی کے سوا کچھ نہ تھا ۔آپ ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج کی رات جو ان کو مہمان بنائے گا اللہ اس پر رحم فرمائے گا۔ یہ سعادت ایک انصاری صحابی کو نصیب ہوئی۔ وہ انہیں اپنے گھر لے گئے اور جو کچھ تھا انہیں پیش کر دیا، جبکہ صورتحال یہ تھی کہ گھر کے لوگ جن میں بچے بھی شامل تھے ابھی بھوکے تھے۔ بچوں کو کسی طرح سلا دیا اور مہمان کو یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ باقی لوگ ابھی بھوکے ہیں[39]۔اسی طرح حضرت طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حاضر خدمت ہو کر بھوک کی شکایت کی اور دامن اٹھا کر دکھایا کہ بھوک سے بیتاب ہو کر پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔ آپ ﷺ نے ہماری تسکین کے لئے اپنا دامن اٹھایا تو ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ ایک نہیں بلکہ دو پتھر باندھے ہوئے ہیں[40]۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت مجھ پر اتنا قرض ہو گیا ہے کہ بظاہر اس کی ادائیگی کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی، ہر وقت فکر و غم میں مبتلا رہتا ہوں۔ اللہ کے واسطے کچھ بتایئے کہ جس سے فکر و غم دور ہو اور میں کچھ آرام کی زندگی بسر کر سکوں۔ فرمایا تجھے ایک دعا بتاتا ہوں جس سے تیرا قرض ادا ہو جائے گا اور اطمینان بھی حاصل ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صبح و شام یہ پڑھ لیا کرو: اَللھم اِنی اَعوذ بِكَ مِنَ الھم وَ الحزن وَاَعوذ بِك مِنَ العجزِ وَالکسل وَاَعوذ بِكَ مِنَ البخلِ وَالجبن وَ اَعوذ بِك مِن غَلَبَۃَ الدَینِ وَقَھرِ الرِجاَلِ[41]۔اسی طرح آپ ﷺ صحابہ کرام کو مریض کی عیادت کے وقت یہ دعا سات بار پڑھنے کی تلقین کرتے تھے: اَسئَلَ اللہ العَظِیم رَب العَرش العَظِیم اَن یَشفِیكَ[42]۔

حقیقت یہ کہ آپ ﷺ کی زندگی در حقیقت ان ہدایاتِ ربانی کا پرتو تھی جنہیں آپ ﷺ نے ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے: (1) کھلے اور چھپے ہر حال میں اللہ سے ڈرتا رہوں، (2) غصہ یا خوشی ہر حالت میں انصاف کی بات کہوں، (3) محتاجی و امیری دونوں حالتوں میں اعتدال پر قایم رہوں، (4) جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں، (5) جو مجھے محروم کرے میں اسے دوں، (6) جو مجھ پر ظلم کرے میں اسے معاف کر دوں، (7) میری خاموشی غور و فکر کی خاموشی ہو، (8) میرا بولنا ذکرِالٰہی ہو اور میرا دیکھنا عبرت کا دیکھنا ہو، (9) اور یہ کہ میں نیکی کا حکم دوں[43]۔

مختصر یہ کہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں گھر والوں کی دیکھ ریکھ، صلہ رحمی، حاجت مندوں کی حاجت براری، مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد، غرباء و کمزوروں کی اعانت، اور پریشاں حال کی غمخواری اور مہمانوں کی خاطر داری کے باب میں بڑے قیمتی سبق ملتے ہیں اور اہم بات یہ کہ نبوت سے سرفرازی سے پہلے سے یہ خصائلِ محمودہ آپ ﷺ کی زندگی میں جلوہ گر تھے، جیسا کہ امّ المومنین حضرت

خدیجہؓ کے ان کلمات (جو انہوں نے وحی کے آغاز کے موقع پر ادا کیے تھے) سے بھی اس کی واضح شہادت ملتی ہے: واللہ ما یخزیك ابداً، انّك لتصل الرحم و تحمل الکلّ و تکسب المعدوم و تقریٔ الضیف و تعین علیٰ نوائب الحق[اللہ آپ ﷺ کو رسوا نہ کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، محتاجوں کے لیے کماتے ہیں، مہماں نوازی کرتے ہیں اور مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں][44]۔ حقیقت یہ کہ آپ ﷺ مکارمِ اخلاق کے اتنے بلند مقام پر فائز تھے کہ مخالفین حتّیٰ کہ سخت ترین دشمن بھی آپ ﷺ کے اخلاق کی بلندی اور کردار کی عظمت و پاکیزگی کو تسلیم کرتے تھے۔اس کا ایک واضح ثبوت اس سے ملتا ہے کہ شاہِ روم ہرقل کے دربار میں حضرت ابوسفیانؓ (جو اس وقت مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے) نے بادشاہ کے استفسار پر اپنے تاثرات میں آپ ﷺ کی سچائی، راست بازی، وعدہ وفائی اور دیگر خصائلِ حمیدہ کا برملا اعتراف کیا تھا[45]۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو پوری طرح قرآن و سنت پر کاربند رہنے اور ان کی روشنی میں معاشرہ کی اصلاح کے لیے جدوجہد کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حواشی و مراجع

---

[1] البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب دخول الرجل علی نساۂ فی الیوم، باب المرأۃ یھب یومھا من زوجھا لضر تھا و کیف یقسم ذالك، محمد عبد الحئ، اسوہ رسول اکرم ﷺ، ص118-190؛ عبد الرؤف ظفر، اسوۂ کامل ﷺ، نشریات، لاہور، 2009ء، ص357-358

[2] صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب حبس نفقۃ الرجل قوت سنۃ علیٰ اہلہ

[3] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما یکون الرجل فی مھنۃ اہلہ؛ طبقات ابن سعد، دار صادر، بیروت، 1960ء، ج1، ص366

[4] جامع الترمذی، ابواب البر والصلہ، باب ما جاء فی خلق النبی ﷺ، محمد خالد مسعود، حیات رسول امی ﷺ، قرآن و سنت اکیڈمی، نئی دہلی، 2004ء، ص594-595

[5] البقرہ2:215

[6] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما یکون الرجل فی مھنۃ اہلہ؛ طبقات ابن سعد، ج1، ص366-367، شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، انڈیا، 2003ء، ج2، ص270

[7] صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوك

[8] سیرۃ النبی ﷺ، ج2، ص247 (بحوالہ مسند احمد ابن حنبل، ج4، ص58)

[9] سیرۃ النبی ﷺ، ج2، ص316؛ سعید انصاری، سیر الصحابیات، مطبع معارف، اعظم گڑھ، انڈیا، 1972ء، ص101-102

[10] سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی قیام الرجل للرجل؟، سیرۃ النبی ﷺ، ج2، ص317؛ ج6، ص525

[11] صحیح بخاری،کتاب النفقات، باب عمل المرأۃ فی بیت زوجہا؛ابوداؤد،کتاب الخراج، باب فی بیان مواضع قسم الخمس و سہم ذی القربیٰ طبقات ابن سعد، دار صادر بیروت، 1958ء، ج8،ص25 ، سید جلال الدین عمری، اوراقِ سیرت، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، 2015ء، ص376بحوالہ مسند احمد ابن حنبل، ج1، ص106-107، نیز دیکھیے: سیرۃ النبی ﷺ،ج2،ص352،246

[12] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب قولہ تعالیٰ: وانذر عشیرتك الاقربین، مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب الانذار و التحذیر، ج2،ص698

[13] التحریم6:66

[14] شمائلِ ترمذی (اردو ترجمہ از: مولانا کرامت علی جونپوری بعنوان '' انوارِ محمدی''، مع عربی متن)، ندوۃ التالیف والترجمہ، جامعۃ الرشاد، اعظم گڑھ، 1996ء، ص291؛ محمد فاروق خاں، کلام نبوت، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، 2012ء، ج2، ص672

[15] سنن ابن ماجہ،کتاب الادب، باب افشاء السلام، جامع ترمذی، ابواب الاسیذان والادب، باب ما جاء فی فضل الّذی یبدأ بالسلام

[16] سیرۃ النبی ﷺ،ج2،ص345(بحوالہ الزرقانی، ج3، ص251)

[17] صحیح مسلم،کتاب الفضائل، باب رحمتہ الصبیان والعیال؛ صحیح بخاری،کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ انّابك لمحزونون، سیرۃ النبی ﷺ،ج6،ص555

[18] الزرقانی، ج4، ص306، سیرۃ النبی ﷺ،ج2،ص270،264

[19] سنن ابوداؤد،کتاب العلم، باب فی القصص

[20] سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب لزوم الساقۃ؛ کلام نبوت، محولہ بالا، ج2،ص674

[21] محمد ابن اسمٰعیل البخاری، الادب المفرد، المطبعۃ السلفیہ، القاہرہ، 1378ھ، ص316-317،404-405؛ جامع ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی صنائع المعروف؛ سیرۃ النبی ﷺ، ج6، ص309،125

[22] صحیح بخاری،کتاب الادب، باب ما ینہیٰ عن السباب واللعن؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الادب، باب فی حق المملوك، سیرۃ النبی ﷺ، ج2،ص201

[23] کلام نبوت، ج2، ص672(بحوالہ البیہقی فی شعب الایمان)

[24] صحیح بخاری، صحیح مسلم،کتاب الفضائل، باب مساعدتہ ﷺ للآثام و اختیارہ من المباح اسہل و انتقامہ عند انتہك حرماتہ؛ شمائلِ ترمذی، ص306، کلامِ نبوت، ج2، ص652

[25] جامع ترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب النہی عن ضرب الخدام و شتمہم، باب ما جاء فی العفو عن الخدام؛ سیرۃ النبی ﷺ،305/2، 317/6

[26] سنن ابن ماجہ،کتاب الادب، باب افشاء السلام، جامع ترمذی، ابواب الاستیذان والادب، باب ما جاء فی افشاء السلام

[27] ابن القیم الجوزیہ، زاد المعاد من ہدی خیر العباد ، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1987ء، ج3، ص629، سیرۃ النبی ﷺ، ج2، ص38، 294

28مسند احمد ابن حنبل، دار الحدیث، القاہرہ، 1995ء، ج18، ص476، سیرۃ النبی ﷺ، ج2، ص247

29طبقات ابن سعد، محولہ بالا، ج4، ص235-236؛ شاہ معین الدین ندوی، مہاجرین، مطبع معارف، اعظم گڑھ، انڈیا، 1952ء، ج2، ص89

30سیرۃ النبی ﷺ، ج2، ص231، 271(بحوالہ شرح شفائے قاضی عیاض، ج2، ص100)

31 صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبیّ، سنن ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب العیادۃ، سیرۃ النبی ﷺ، ج2، ص293، ج2، ص196-197

32وحید الدین خان، پیغمبر انقلاب ﷺ، مکتبہ الرسالہ، نئی دہلی، 2014ء، ص28

33سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبۃ، جامع ترمذی، کلامِ نبوت، ج2، ص515-516، سعید انصاری، سیر الصحابیات، دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، انڈیا، 2001ء، ص85

34سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فی المزاح، شمائلِ ترمذی، ص228، سیرۃ النبی ﷺ، ج2، ص315

35 صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق و السخاء؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ما سئل رسول اللہ ﷺ شیئاً قطّ فقال: لا، طبقات ابن سعد، دار صادر، بیروت، 1960ء، ج1، ص327

36صحیح بخاری، کتاب المناقب؛ سنن ابو داؤد، کتاب الفرائض، باب الدعاء للمریض عند العیادۃ، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقات، کلام نبوت، ج2، ص353-354، 259-260، 266، 672، 674، ج4، ص129؛ اوراقِ سیرت، ص366

37 صحیح بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق و السخاء، سیرۃ النبی ﷺ، ج2، ص246

38سیرۃ النبی ﷺ، ج2، ص247 (بحوالہ مسند احمد ابن حنبل، ج4، ص58، ج6، ص397)

39 صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، باب اکرام الضیف و فضل ایثارہ؛ سیرۃ النبی ﷺ، ج6، ص336

40شمائلِ ترمذی، ص321، مشکوۃ المصابیح(کتاب الرقاق، باب فضل الفقراء وما کان من عیش النبی ﷺ)، دمشق، 1961ء، ج2، ص767، سیرۃ النبی ﷺ، ج2، ص280

41 صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من غلبۃ الرجال؛ مشکوۃ المصابیح(کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقات)، ج1، ص751

42سنن ابوداؤد، کتاب الفرائض، باب الدعاء للمریض عند العیادۃ

43مشکواۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب البکاء و الخوف

44 صحیح بخاری، کتاب الوحی، باب بدء الوحی، سیرۃ النبی ﷺ، ج2، ص227-228

45نبی کریم ﷺ کے بارے میں رومی بادشاہ ہرقل کے استفسارات اور حضرت ابو سفیانؓ کے جوابات پر تفصیلی مطالعہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں: سید جلال الدین عمری، اوراقِ سیرت، محولہ بالا، ص296-299